قرآن اور مستشرقین

قرآن کے حوالے سے مستشرقین کا طریقہ واردات

سید اطہر حسین (لکھنو)

قرآن اپنے آپ کو الفرقان یعنی حق و باطل میں امتیاز کرنے والا کہتا ہے، اس کا پورا مضمون گویا ان الفاظ میں جمع ہو گیا ہے۔

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا (۱)

حق آ گیا اور باطن نابود ہو گیا، تحقیق کہ باطل اسی لئے تھا کہ نابود ہو کر رہے۔

قرآن کی غرض و غایت حقیقت الہیہ کو پیش کرنا ہے، قرآن دراصل مجسم سچائی اور قانون ہے۔ وہ تذبذب اور شک وشبہ یا بالفاظ دیگر باطل اور گناہ کو نیست و نابود کرتا ہے، باطل سے مراد یہ عقیدہ رکھنا کہ ذات مطلق کا وجود ہی نہیں ہے یا یہ کہ اس کی ایک اضافی حیثیت ہے، یا یہ کہ ذات مطلق ایک سے زیادہ ہو سکتے ہیں یا یہ کہ خود اضافی ہستی ہی ذات مطلق ہے۔

اسلام کی بنیاد ذات مطلق سے تعلق رکھتی ہے، قرآن کی رو سے اس کی ذات کا یقین فطرت انسانی میں ودیعت کر دیا گیا ہے، انسان کی تخلیق پر اسے ذات مطلق کی جھلک ملی تھی، اور اسے مقصد کائنات اور اشیاء کے اسماء و مفہوم سے واقفیت کرادی گئی تھی۔ یہ امر اس کی فطرت کے خلاف ہوگا کہ وہ کائنات کے قوانین اور اشیاء پر غور کرے اور خالق کائنات سے انکار کر دے، کائنات میں جو منصوبہ، توازن اور ہم آہنگی کی کارفرمائی ہے، وہ خود بزبان حال پکار پکار کر کہتی ہے کہ ان کا خالق عظیم ترین وجود ہے، جو کائنات کا مالک ہے، اور جسے اقتدار اعلیٰ حاصل ہے۔

دوسرے الہامی مذاہب کے برخلاف اسلام کا سب سے بڑا اور بنیادی عقیدہ ہے، کہ کوئی الوہیت یا حقیقت الٰہی یا ذات مطلق توحید باری تعالیٰ یعنی حقیقت الحقائق یا ذات مطلق کے سوا نہیں

ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام انسانیت کو یہی پیغام پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے، قرآن صرف توحید باری تعالیٰ پر زور دیتا ہے، بلکہ اس پر بھی یقین لازمی ہے، کہ اپنی اصلی شکل میں تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی عقیدہ اور پیغام تھا، قرآن کسی ایک فرقہ یا قوم یا گروہ کے لئے نہیں ہے، بلکہ پوری انسانیت کے لئے پیغام خداوندی ہے۔ تمام الہامی مذاہب کی ایک ہی بنیاد تھی، اور صرف شریعت اور قوانین و دستور میں جزوی فرق اس وقت کے معاشرہ اور ذہن انسانی کے عروج کے اعتبار سے تھا، لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا، دوسرے مذاہب کے پیروؤں نے تحریف وتخریب سے کام لے کر ان کی شکل بگاڑ دی۔ پیغامات کو اصلی رنگ وروپ میں پیش کرنے کے لئے اور لوگوں کو ان کے انحراف وتخریب پر آگاہ کرنے کے لئے اور حقیقی اور ازلی صراط مستقیم پر لانے کے لئے یہ آخری پیغام خداوندی خاتم الانبیاء سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل ہوا، یہ وحی اس وقت نازل ہوئی، جب عقل ودانش کے دور کا آغاز ہو چکا تھا اور انسان غور و فکر اور تدبیر سے کام لینے لگا تھا، اور حقائق کی قدر و قیمت پہنچان سکتا تھا، اور انسان کی مادی ترقیوں نے وہ ذرائع فراہم کرائے کہ پیغام خداوندی عالم کے کونے کونے تک پہنچ سکتا تھا۔ قرآن کہتا ہے کہ اسلام انسان کا فطری مذہب ہے اور اس فطرت کے مطابق ہے جس پر انسان کی تخلیق ہوئی ہے اور خداوند کریم کے دستور اور طور وطریقہ میں کبھی کوئی فرق نہیں ہوتا ہے اور اسلام ہی صحیح مذہب ہے۔

صرف اسی وجہ سے کہ اسلام عقیدہ تثلیث کا حامی نہیں ہے، عیسائی مشنری اور یہودی پیشواؤں نے اور ان کے زیر اثر مستشرقین نے اسلام پر بے بنیاد، الزامات تراشے اور اس کی مذمت کی، اپنے عقیدوں اور اصولوں کی بقا اور برتری ثابت کرنے کے لئے ان مستشرقین نے اس بات پر سب سے زیادہ زور دیا کہ قرآن کتاب الٰہی نہیں ہے، بلکہ خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ہے، اور جو اس میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات وقصص ہیں، وہ عیسائیوں اور یہودیوں کی

کتابوں سے لئے گئے ہیں، اور یہ کہ قرآن کی آیتوں میں تکرار ہے اور کہیں نا قابل فہم ہیں اور قرآن کی موجودہ سورتوں اور آیتوں کی ترتیب میں کوئی منطق نہیں ہے۔

ان تمام اعتراضات اور مفروضات کا ماخذ عیسائیوں کی مشنری کاوش ہے، جس کا نصب العین اسلام کے چہرے کو داغ دار دکھانا تھا، اس کی تبلیغ واشاعت میں رکاوٹ پیدا کرنا تھا، اور اپنے مذہب کی فوقیت ظاہر کرنا تھا، یہ اعتراضات اور مفروضات قرآن کے بنیادی اصول اور عقائد سے لاعلمی پر یا قرآن کے طرز بیان سے ناواقفیت پر یا ان غلط تراجم پر مبنی ہیں جو مستشرقین کے ہاتھوں انجام پائے تھے۔ جنہوں نے نادانستہ یا دانستہ طور پر قرآن کی بہت سی آیتوں کے معنی ومفہوم کو بدل کر مسخ کر کے پیش کیے اور علمی تحقیق اور صحیح جائزے کے منافی ہیں، شروع میں یہ اعتراضات اور ریشہ دوانیاں بھونڈے طریقہ یا بدزبانی کے ساتھ اٹھائے گئے لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اور تحقیقی کاموں میں کچھ صداقت آنے لگی اور اسلام کی تہذیب وتمدن اور اس کے اثاثہ کی گہرائی وسعت اور حقیقت کا زیادہ انکشاف ہوتا گیا، تو انہوں نے تنقید کا طریقہ بدل دیا اور اپنی ستائش آمیز حکمت عملی کے ساتھ تیرو نشتر لگانے لگے۔

جارج سیل جنہوں نے انگریزی زبان میں سب سے پہلی بار قرآن کا ترجمہ ۱۷۳۴ء میں کیا، اس نے ترجمہ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس سے قبل جو لاطینی زبان میں ترجمے تھے، ان میں اصل سے انحراف تھا۔ بلینڈر (Bibliander) نے جو ۱۵۴۳ میں لاطینی زبان میں ترجمہ کیا، اس کو ترجمہ ہی نہیں کہا جا سکتا ہے، کیونکہ اس میں اتنی کثیر غلطیاں ہیں اور اتنی جسارت سے کام لیا گیا ہے، اور اتنی چیزوں کا اخفا کیا گیا ہے، یا تبدیلی کی گئی ہے کہ اس کی اصل سے کوئی مطابقت یا مماثلت نہیں ہے، ایک اور مستشرق کے لاطینی ترجمہ کے مطلق جارج سیل نے لکھا ہے کہ وہ اور بھی ناقص ہے، اور جو ترجمہ (Ardrea Arrivaabere) نے فرانسیسی زبان میں کیا ہے وہ کسی طرح ترجمہ کہلانے کے لائق نہیں ہے کیونکہ اس کے ہر صفحے پر بے شمار غلطیاں ہیں جا بجا تحریف یا اضافے ہیں، اور آیتوں

کو مسخ کیا گیا ہے جو نا قابل معافی ہے، اسی فرانسیسی ترجمہ کو الیگزنڈر روز (Alexander Ross) نے انگریزی زبان میں کیا جس کے مطلق جارج سیل کی رائے ہے کہ (Alexander Ross) عربی زبان کے متعلق نہیں جانتے تھے اور نہ انہیں فرانسیسی زبان پر عبور تھا، اور انہوں نے (Duryer) کی غلطیوں میں اپنی طرف سے اضافہ کیا، اور انہوں نے بہت ہی مذموم زبان استعمال کر کے ترجمہ کو مضحکہ خیز کر دیا۔ Father Lewis Marracci نے ایک لاطینی زبان میں ۱۶۹۵ء میں ترجمہ کیا تھا جس کے متعلق سیل نے یہ اظہار کیا ہے، ان کی تفسیر اور ترجمہ میں تمام تر تکرار ہے جس کی وجہ سے ضخامت تو بڑھ گئی مگر اتنا ہی غیر اطمینان بخش ہے اور کہیں کہیں زبان میں جسارت اور گستاخی سے کام لیا گیا ہے۔

خود اپنے ترجمہ کے متعلق سیل کا کہنا ہے کہ ان کا مقصد اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے، جو لوگوں میں بہتر ترجموں سے پیدا ہوگئی ہے اور Protestants ہی کامیابی کے ساتھ قرآن پر حملہ کر سکتے ہیں اور بھروسہ ہے کہ قدرت نے Protestant کا ہی انتخاب کیا ہے کہ وہ قرآن کو شکست فاش دیں، انہوں نے ان کے پیش رو مترجمین اور مستشرقین کی مذمت کی جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی یا قرآن عظیم پر بے بنیاد الزامات تراشے اور نہایت ہی قابل اعتراض زبان استعمال کی، مگر اپنی بے لوث کوشش اور فراخ دلی کے متعلق فرماتے ہیں، محمد (ﷺ) نعوذ باللہ کتنے ہی بڑے مجرم کیوں نہ رہے ہوں، کہ انہوں نے انسانیت پر ایک غلط مذہب تھوپا، مگر ان کی ذاتی صفات سے انکار نہیں ہو سکتا ہے، اور میں لائق اور متقی Span hemius کو داد و تحسین دیتا ہوں کہ ہر چند وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ (نعوذ باللہ) ایک جعل ساز تھے، مگر انہیں بھی تسلیم ہے کہ قدرت نے رسول اللہ ﷺ کو تمام کمالات سے متصف کیا تھا، جس میں جسمانی خوبصورتی، لطیف زیرکی، اخلاق حمیدہ، غرباء پروری، تواضع، حریفوں اور غنیموں کے مقابلے میں استقلال و ثابت قدمی، خدا کی حمد و ستائش کرنے والے۔ مکاروں، زنا کاروں،

قاتلوں، حریصوں، افتراء پردازوں کے خلاف سختی شامل تھی، اور ہمت واستقلال، سخاوت، ترحم، شکر، والدین اور بزرگوں کی عزت کے بڑے داعی ومبلغ تھے، اور ہمہ وقت حمد باری تعالیٰ میں لگے رہتے تھے۔

جارج سیل نے خود حضور (ﷺ) کی توصیف ان الفاظ میں کی ہے آپ کی ہوش مندی، عاقلانہ وکریمانہ برتاؤ اور رویہ جس کے تحت اپنے مشن میں مصروف رہے، اسی جاہلانہ اعتراض کی تردید کرتے ہیں، کہ آپ ایک سخت خو مذہبی پیشوا تھے، سورۃ فاتحہ کے متعلق وہ کہتا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ آپ کے جذبات وخیالات کی صحیح ترجمانی کرتی ہے تو دیدہ ودانستہ جعل سازی سے کام نہیں کرتے تھے۔ رسول اکرم (ﷺ) سورۃ فاتحہ نماز کی ہر رکعت میں بڑے خضوع وخشوع سے پڑھتے تھے، لیکن جارج سیل نے اس میں شک ظاہر کرنے سے گریز نہیں کیا۔

Rd, E. M. Whery نے سیل کے ترجمہ کو اپنی تفسیر کے ساتھ چار جلدوں میں شائع کرایا اور خود دیباچہ میں انکشاف کرتے ہیں کہ یہ تفسیر اپنے جیسے لوگوں کے لئے ہے، جو مسلمانوں میں عیسائیت کی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں، انہوں نے اپنے فاسد خیالات کا اظہار اس طرح کیا ہے کہ نعوذ باللہ قرآن خود ثبوت فراہم کرتا ہے، کہ وہ جعلسازی کی پیداوار ہے، اور پیغمبر اسلام کا یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ قرآن سابقہ کتب الٰہی کی تصدیق کرتا ہے، اس نے اپنا مقصد ان الفاظ میں واضح کیا کہ منازعہ اور نزاع کی تمام تنقیحات کو اس وجہ سے واضح کیا جارہا ہے کہ مسلمانوں کو اس عظیم ہستی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح علم ہو جائے جن کے متعلق تمام انبیاء علیہم السلام نے پیشن گوئی کی کہ وہ خداوند قدوس کے فرزند تھے اور گنہ گاروں کے نجات دہندہ۔

ان تمام تراشیدہ الزامات، اعتراضات، بہتان اور مفروضات پر بحث کرنے اور ان کو تمام تر غلط ثابت کرنے سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ وہ تمام باتیں سامنے لائی جائیں جو بین اور ناقابل تردید ثبوت پیش کرتی ہیں کہ قرآن عظیم کسی انسان کی تخلیق ہو ہی نہیں سکتی اور خالق کائنات کے

سو اس کا کوئی خالق نہیں ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اس کتاب کو ہم نے آپ (محمد ﷺ) پر اس لئے نازل کیا ہے کہ آپ بنی نوع انسان کو ان کے رب کے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر خدائے غالب وستودہ صفات کے نورانی راستے کی طرف لے جائیں۔(۲)

اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو (قرآن) آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے، اور اس خدا کا راستہ بتاتا ہے جو غالب اور محمود ہے۔(۳)

یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہے، پرہیزگاروں کے لئے (سرچشمہ) ہدایت ہے۔ قرآن خود اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔ قرآن حضور ﷺ کو کبھی تو براہ راست مخاطب کرتا ہے، اور کبھی بصیغہ غائب، اس کا انداز بیان حدیث سے مختلف ہے، اگر احیاناً آنحضرت ﷺ سے کوئی لغزش ہو جاتی، یا کسی معاملہ میں آپ کو پس وپیش ہو، تو وحی الٰہی سے آپ کی راہنمائی ہو جاتی تھی، اور کبھی کبھی آپ کو اس کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔

جو لوگ قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک وشبہ کرتے ہیں، انہیں قرآن پہلے تو یہ چیلنج دیتا ہے، کہ اس کے مماثل کوئی کتاب پیش کریں۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اس کے ان سورتوں کے مماثل سورتیں بنالائیں اس کے بعد چیلنج دیتا ہے کہ کم از کم ایک سورۃ کی مانند یا اس سے ملتی جلتی ہی کوئی سورۃ بنا کر پیش کریں۔ واضح رہے کہ یہ چیلنج صرف زمانہ نزول قرآن کی حد تک محدود نہیں تھا بلکہ ہر زمانہ اور ہر وقت کے لئے کھلا ہے۔ قرآن نہ صرف اپنے مضامین کی بلند پائیگی اور اپنے پیام کے اعتبار سے بے نظیر اور ناقابل نقل ہے بلکہ اپنے باوقار اسلوب بیان، تشبیہ و استعارات کے تنوع اور الفاظ میں عکاسی کے لحاظ سے بھی بے مثل ہے، اسکی اہمیت اور اس کا طرز بیان انسانی طاقت سے باہر اور ناقابل تمثیل ہے، قرآن کی ادبیت کا کچھ اندازہ جامع الازہر کی حسب ذیل تحریر سے ہوتا ہے۔

۱۔ قرآن کا انداز بیان نہ کسی مہذب شہری کی بزم نگاری ونزاکت کی مانند

ہے، اور نہ ایک خانہ بدوش بدوی کی درشت کلامی کے مماثل ہے، بلکہ وہ اول الذکر کی شیریں کلامی اور ثانی الذکر کے زور کلام کا حسین مجموعہ ہے۔

۲۔ نثر میں الفاظ کا وزن اور نغمہ اس طرح برقرار رکھا گیا ہے، جیسا کہ منظوم کلام میں ہوتا ہے، وقفے نہ بالکل نثر کی شکل میں آتے ہیں، نہ نظم کی صورت میں بلکہ عبارت میں موزونیت اور نغمہ کا ایک نرالا تناسب پایا جاتا ہے۔

۳۔ الفاظ کا انتخاب ایسا ہے کہ نہ وہ ٹکسال باہر ہیں، اور نہ ایسے جن سے کان آشنا نہ ہوں بالفاظ دیگر شوکت الفاظ کا وہ عالم ہے کہ کہیں بھی فصاحت سے تجاوز نہیں۔

۴۔ جملوں کی ترکیب شاندار ہونے کے باوجود کم سے کم الفاظ میں بلند سے بلند خیالات کا اظہار ہوا ہے۔

۵۔ اظہار خیال ایسے مختصر جامع مگر سلیس الفاظ میں کیا گیا ہے کہ معمولی سمجھ کا آدمی بغیر کسی دقت کے قرآن کا مفہوم سمجھ سکتا ہے۔۔۔۔

۶۔ قرآن میں وہ باریک بینی، لچک اور تنوع ہے کہ وہ اسلامی علوم وفنون کے علاوہ شریعت وفقہ کی بنیاد کا کام بھی دیتا ہے۔

۷۔ نفسیات کا یہ قانون ہے کہ عقل اور جذبات باہم متضاد ہوتے ہیں، مگر قرآن کی عبارت اس قانون سے بالاتر ہے، کیونکہ وہ مافوق البشر ہستی کی بنائی ہوئی ہے۔ قرآن میں عقل اور جذبات کی باہم متضاد قوتوں میں حیرت انگیز ارتباط پایا جاتا ہے اور قرآن میں عبارت کی متانت اور عظمت حیرت ناک طریقہ پر برقرار رکھی گئی ہے اور یہ کہیں بھی ٹوٹنے نہیں پاتی۔

۸۔ جب ہم کسی ایسے جملہ یا چند جملوں کی ساخت سے گزر کر جو ایک ہی مضمون پر مشتمل ہوں غور کرتے ہیں، بلکہ بحیثیت مجموعی پورے قرآن کی ہیئت ترکیبی پر غور کرتے ہیں تو ہم ایک ایسا ہر جہتی نقشہ یا منصوبہ پاتے ہیں، جو انسانی دماغ کی پیداوار نہیں ہو سکتا ہے۔

اسلام کی بے پناہ اشاعت بھی قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کا ایک ثبوت ہے، جیسا کہ ایک مشہور مصنف اور فلسفی کہتا ہے، قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کا ثبوت نہ صرف اس کے پیش کردہ عقائد، اس کی نفسیاتی اور مابعد الطبیعاتی صداقت اور جادو بیانی سے ہوتا ہے بلکہ اس کے بیرونی اثرات اور اسلام کی معجزانہ اشاعت سے بھی یکساں طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

قرآن نے پہلے سے ہی پیشن گوئی کر دی تھی، کہ اسلامی تحریک کن کن مراحل سے گزرے گی (سورۃ۔۴۴) مخالفین کے ردعمل کی پیشن گوئی ہو چکی تھی، کہ کس طرح وہ ابتداء میں بے فکر رہیں گے پھر کچھ موافقت اور دلچسپی کا اظہار کریں گے، پھر مخالفت اور دشمنی پر اتر آئیں گے، پہلے اور سخت مقابلہ میں اہل مکہ کی مسلمانوں کے ہاتھ شکست ہوگی، قرآن نے اس کی بھی پیشن گوئی کر دی تھی کہ پیغمبر اسلام کی فتح ہوگی، اس کے عقائد اٹل اور ابدی ہیں، اس کی نوازائیدہ حکومت ترقی پزیر رہے گی، اور دنیا کی کوئی طاقت اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا نہیں سکتی۔(۴) اسلامی مشن کے انصرام حتیٰ کہ پیغمبر اسلام کی وفات کا پیشگی سے اعلان ہے، کوئی چیز گڑھی ہوئی نہیں ہے، بلکہ ہر تفصیل ایک بے داغ منصوبہ کا جزء لانیفک کا کام دیتی ہے۔

قرآن جستہ جستہ طور پر حسب ضرورت تیس سال کی مدت میں نازل ہوا، قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ ہر سورۃ یا آیۃ نہ صرف پیدا شدہ حالات کے متقاضی تھی، بلکہ قرآن کے پورے پلان کے مطابق بھی تھی، جیسے جیسے قرآن نازل ہوتا گیا، آیتوں وسورتوں کو ترتیب دینے کا کام ہوتا گیا، اور آیتوں کی نمبر اندازی کر دی گئی۔ ہر آیت کے دو سلسلے ہیں ایک بحسب تنزیل اور دوسرا بحسب ترتیب، سلسلہ نزول کے اعتبار سے ہر آیت اس وقت کی ضروریات کے لائق تھی اور پورے پلان کے لحاظ سے ہر آیت ماقبل آیت اور بعد کی آیتوں سے مربوط ہوتی گئی۔ سلسلہ تنزیل کیا عتبار سے آیتوں میں رابطہ، تسلسل، ہم آہنگی اور منطقی ارتقاء تھا، اور جب اس ترتیب سے بالکل مختلف ترتیب میں آیتوں کو پرو دیا گیا، تب بھی اتنا ہی اعلیٰ رابطہ تسلسل ہم آہنگی اور منطقی ارتقاء پایا جاتا ہے، اگر یہ

غور کیا جائے کہ قرآن میں ۱۱۴ سورتیں ہیں، اوران میں سے زیادہ تر سورتیں ایسی ہیں جومختلف سنین میں جستہ جستہ اور کئی کئی سال کے وقفہ سے نازل ہوئیں تو استعجاب حیرت میں بدل جاتا ہے، اور یہ انسانی کام نہیں بلکہ معجزہ ہے، یہ بالکل ظاہر ہے کہ اگر کوئی بھی مصنف پہلے سے ایسا کوئی خاکہ یا منصوبہ بنائے تو اس کے لئے یہ جاننا ضروری ہوگا کہ آئندہ ۲۳ سال میں کیا کیا واقعات رونما ہوں گے۔کون کون سے مسائل درپیش ہوں گے۔الفاظ کی کیسی موسیقیت ہوگی اورآنے والی آیتوں کا اس خاکہ میں کون کون سے مقام ہوگا، ظاہر ہے کہ قرآن کا مصنف خدائے عالم الغیب کے سوا کون ہوسکتا ہے۔

قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں ہے،مگر وہ بہت سے مظاہر قدرت کی نسبت اشارے یا معلومات بہم پہچانا ہے جن کے متعلق انسان کو صدیوں بعد تک مطلق کوئی علم نہیں تھا مثالیں ملاحظہ ہوں۔

زمین کی گولائی اور گردش (۵)

مینہ کی تشکیل (۶)

ہوا کے ذریعہ نر و مادہ پھولوں کے تولیدی مادہ کا اتحاد (۷)

تمام اشیاء میں نر و مادہ کا وجود (۸)

چاند سورج اور سیاروں کا مقررہ برجوں میں گردش (۹)

سورج کی ازخود روشنی اور چاند کا اس کی روشنی سے منور ہونا۔

تمام جاندار کا آبی ماخذ (۱۰)

شہد کی مکھیوں کا طرز زندگی (۱۱)

بچہ کی رحم مادر میں تدریجی تشکیل اور اس کا تین پردوں میں رہنا (۱۲) اسکے علاوہ واقعہ پڑھیے اور قرآن خود گواہی دیتا ہے اور تمام مستشرقین کو تسلیم ہے کہ آنحضرت ﷺ امی تھے یعنی پڑھے

لکھے نہ تھے، لیکن اپنی ہٹ دھرمی اور قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کے انکار میں مستشرقین پھر بھی کہتے ہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کی تخلیق ہے۔ قرآن نے کتنے متنوع مضامین، کتنی اعلیٰ اور بنیادی باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس نے پہلی بار اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور اس کا ماورائی تصور اس طرح پیش کیا ہے کہ دلوں میں خدا کے وجود کا متحرک احساس پیدا ہو جائے، اس کی حکومت اور اقتدار اعلیٰ پوری کائنات کا ایک مفصل اور مربوط منصوبہ جس میں تمام مظاہر فطرت کا خاص قوانین کے تحت کارفرمائی، انسان اس کے خالق کے درمیان ایک مابعد الطبیعاتی رشتہ، انسان کے روحانی اور مادی پہلوؤں میں امتزاج، ایک مکمل دستور حیات کے تمام بنیادی اصول، روح انسانی کا تخلیق کے وقت سے لے کر اب تک کی زندگی اور اس کے مراحل، اس کا عقائد اور اعمال اور خیالات اور کردار میں صدق پر زور دینا، انسان کا بحیثیت اشرف المخلوقات درجہ و مرتبہ، عقل وفہم کے استعمال پر زور انسان کے بنائے ہوئے امتیازات کی نفی جو فرقہ، نسل ورنگ وغیرہ پر مبنی ہوں پوری انسانیت کا ایک برادری ہونا، ایک نئی تہذیب اور تمدن کی داغ بیل ڈالنا، اس کے اصول اور ہدایت کی ابدیت اور حقوق اللہ اور حقوق الناس پر زور اور ان کی نسبت انسان کی ذمہ داریاں وغیرہ وغیرہ مضامین پر بحث کی گئی ہے، دنیا کا بڑے سے بڑا دانشور اور ادیب ایسی کتاب نہیں لاسکتا ہے، ایک ان پڑھ آدمی کا ذکر کیا؟ جارج سیل کو بھی تسلیم ہے، کہ آنحضرت ﷺ تعلیم یافتہ نہیں تھے، مگر وہ پھر بھی کہتا ہے کہ قرآن کے مصنف وہی تھے اور ہوسکتا ہے کہ انہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کی صحبت میں یہ تمام علم حاصل کر لئے ہوں، حالانکہ مکہ معظم ہمیں اگر کچھ عیسائی یا یہودی تھے تو وہ معدودے چند رہے ہوں گے ان کی جو تعداد بتائی جاتی ہے وہ بالکل ناقابل اعتبار ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قرآن میں جو رشد و ہدایت پر جا بجا زور ہے وہ حضور کی سیاحت اور سفر کا نتیجہ ہے، مستشرقین نے قیاس آرائی کی ہے کہ تمام الہامی باتیں حضور ﷺ نے ایک عیسائی پادری بحیرہ کی ایک روزہ ملاقات سے حاصل کیں، یا انجیل و تورات کے قصص سے حاصل کیں، حالانکہ اس کو تسلیم ہے کہ یہ کتابیں

حضورﷺ کو دستیاب نہیں تھیں، اور نہ اس وقت تک ان کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا تھا، ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جو کچھ حضورﷺ نے ان آسمانی کتابوں سے حاصل کیا اس کو ایک نئے انداز میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ اپنے طور پر پیش کر دیا، جو ایک بہت اعلیٰ مصنف اور ادیب کا ہی کام ہوسکتا ہے، اس نے اپنے بغض میں یہاں تک کہہ دیا کہ اہل قریش کی مخالفت اس بات کی دلیل ہے کہ حضورﷺ نبی نہیں تھے، حالانکہ ایک قلیل مدت میں قریش کے بچہ بچہ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

قرآن اور دوسری کتب الہی میں ابتدائے آفرینش، حضرت آدمؑ کی تخلیق، ان کا جنت سے نکالا جانا، انبیاء علیہم السلام کے قصص، جنت اور دوزخ، دنیوی اور ابدی زندگی کے تذکروں میں جو مماثلت ہے، اس سے مستشرقین نے یہ نتیجہ نکالا کہ حضورﷺ نے تمام باتیں دوسرے مذاہب سے اخذ کیں، انہوں نے یہ بات بالکل نظر انداز کردی ہے کہ خالق کائنات ایک ہے، انسانیت اور اس کی بنیادی ضرورتیں ایک ہیں، ابدی حقائق اور تمام انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ پیغام خداوندی اپنی اصل شکل میں ایک ہے، اور اگر ہر نبی کے زمانے میں ان کی تالیف ہوجاتی، اور دوسری کتابوں میں تحریف، اضافہ، تغیر وتبدل نہ کیا گیا ہوتا تو مماثلت ہی نہیں، ان سب کی شکل ایک ہی ہوتی، اور صرف شریعت میں معاشرہ میں تدریجی ارتقاء کے اعتبار سے تھوڑا بہت فرق ہوتا۔

ان تمام باتوں اور دلائل کے پیش نظر کوئی معمولی سمجھ کا آدمی بھی قرآن عظیم کے کتاب الٰہی ہونے سے انکار نہیں کرسکتا ہے، ہٹ دھرمی بغض اور محرومی کی بات دوسری ہے۔

مستشرقین نے اسلام پر یہ بھی الزام لگایا کہ وہ صرف قضاء وقدر پر زور دیتا ہے اور انسان کی ذاتی فکر وکوشش کو سلب کرلیتا ہے، چنانچہ سر ولیم میور کہتے ہیں اسلام میں اللہ کا رشتہ دنیا کے ساتھ اس طرح ہے، کہ انسان کا اختیار اور ارادہ ختم ہوجاتا ہے اور امید اور توقع اللہ کے آہنی شکنجہ میں ہلاک ہوجاتی ہے۔ اس طرح Clarke کہتا ہے کہ اسلام نے خدا کو دیکھا، انسان کو نہیں، اللہ کے حقوق جانے مگر انسان کے حقوق کو نہ جانا، اس نے جبر اور اقتدار دیکھا آزادی نہیں، اور اس وجہ سے ایک

استبدادی ضابطہ بن گیا، جو سخت ہو کر آہنی ڈھانچہ رہ گیا اور بالآخر ہلاک ہو گیا۔

یہ الزام سراسر بے بنیاد اور لغو ہے اور صرف بغض اور عناد پر مبنی ہے، اسلام کے نظریات اور تاریخ کے خلاف ہے اور جناب کلارک کی بدخواہی کے باوجود اسلام حیرت انگیز طریقہ سے پھیلتا گیا اور زمانہ اس کی طرف آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ضرور ہے، اور کائنات کی ہر شے تابع تقدیر ہے۔ اسی نے ہر شے کو اس کی صفت دی، اور اسی قانون سے وابستہ ہے جو اس کے لئے اس نے مقرر کیا، انسان بہت حد تک تابع تقدیر ہے، مگر اس کو بہت حد تک آزادی بھی ملی ہے، ہر شخص کے ضمیر اور فطرت میں یہ تمیز دی گئی ہے کہ وہ اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکے، اور اس کو نیکی کے راستے پر چلنے کی ہدایت دی گئی مگر یہ اس پر ہے کہ وہ کون سا راستہ اختیار کرتا ہے۔ تقدیر الٰہی کہیں کہیں علم الٰہی سے متعلق ہے، جو ہر شے کے متعلق ہے، جو ہر شے کے متعلق اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ہے کہ وہ کیا کرے گا، اور کہیں کہیں اس قانون سے جس کے تحت اس کی پیدائش، اس کی نوم، اس کی بقا اور اس کا وجود ہوا ہے۔

قرآن عظیم میں بے شمار ایسی باتیں ہیں کہ انسان کو خود کوشش کرنی ہے، اسے وہی ملے گا جو وہ کرے گا اور انسان کو اپنی عقل و فہم سے کام لے کر اور مظاہر قدرت کا بغور مشاہدہ کر کے گزشتہ قوموں کے واقعات اور حشر سے عبرت لے کر خدا کی قدرت کو سمجھنا ہے، اور اس کی تابعداری اخلاص وانہماک سے کرنی ہے اور اس سے اپنی امیدوں کو وابستہ کرنا ہے جو اس کا سب سے بڑا دوست، نگہبان، پرورش کرنے والا، ہدایت دینے والا اور مہربان ہے، بطور نمونہ کے چند آیتیں لے لیجئے۔

سورۃ ۵۳ کی ۴۶ آیت ہے کہ انسان کو ہی ملے گا جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے یا سورۃ ۱۳ کی گیارہویں آیت کہ خدا کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا ہے، جب تک وہ خود اپنی حالت کو بدلتی نہیں ہے یا سورۃ ۶۲ کی دسویں آیت میں کہ جب نماز ختم ہو جائے تو خدا کی نعمت حاصل کرنے

کے لئے زمین میں منتشر ہو جاؤ اور خدا کا ہمہ وقت خیال رکھو، تا کہ فلاح پاؤ۔

ان مستشرقین کا یہی حال ہے، جس کے متعلق قرآن نے پیشگی اعلان کر دیا ہے ان کے دماغ ہے، مگر سوچتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر سنتے نہیں (سورۃ آیت ۱۷۹) اور جن لوگوں نے دنیا میں حقیقت سے چشم پوشی کی وہ آخرت میں بھی اندھے اٹھیں گے اور صحیح راستہ سے بہت دور ہوں گے (۱۳) قرآن انہی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کے طلب گار ہیں۔

جارج سیل Dherry , Arberry Rodevell Richra Bell اور Pickthall نے قرآن کے ترجمہ میں جو غلطیاں کی ہیں، ان کے چند نمونے میں نے اپنے انگریزی کتابچہ میں پیش کیے ہیں، اس مختصر مقالہ میں انہیں دہرانا ممکن نہیں ہے، انہوں نے جو غلطیاں کی ہیں وہ عبارت کی ہیں اور عربی زبان، قرآن کے اسلوب بیان اور عربی محاوروں سے پوری واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے کی ہیں۔Pickthall کی غلطیاں ترجمہ میں اصل کی طرح موسیقیت ونغمہ لانے کی کوشش کی وجہ سے ہوئیں، اور کچھ عربی محاوروں سے ناواقفیت کی بناء پر ہوئیں اوروں نے دیدہ ودانستہ اور بدنیتی سے فاش غلطیاں کیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱	۸۱:۲۷	۲	ابراہیم
۳	سباء	۴	۱۳_۱۸و۱۴_۲۴، ۵۵و۸_۳۶
۵	۴۵۱_۳۹	۶	۴۸_۴۰
۷	۲۲_۱۵	۸	۳۵_۳۲
۹	۳۶_۲۹تا۳۸	۱۰	۳۰_۲۱
۱۱	۱۶_۹۶	۱۲	۲۴،۲۳_۱۴
۱۳	سورۃ۱۷_۷۲		

تحقیقی مقالات کی ترتیب، تدوین و تیاری کے اصول

(ایم اے، پی ایچ ڈی اور تخصص کے مقالہ ومضامین لکھنے والے

ریسرچ اسکالرز کے لئے جامع ومانع رہنما کتاب)

ترجمہ

كيف تكتب بحثا أو رسالة دراسة منهجية

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر احمد شلبی الازہری

(استاذ جامعۃ الازہر، جامعہ قاہرہ، کیمرج یونیورسٹی برطانیہ)

مترجمین

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

پرنسپل قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج

سپروائزر ایم فل/ پی ایچ ڈی ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان

وفاقی اردو یونیورسٹی۔ کراچی یونیورسٹی۔ ہمدرد یونیورسٹی

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمٰن

سابق پروفیسر بہاول پور یونیورسٹی

مطبوعہ مئی ۲۰۰۸ء